عورتوں کے خلاف
امتیازی سلوک کیوں؟

HYDERABAD

891.4393
MAH
UK

891.4393 UK
MAH
Urdu Story

عورتوں کے خِلاف اِمتیازی سُلوک کیوں؟

51
MAULANA AZAD NATIONAL URDU UNIVERSITY LIBRARY
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی لائبریری حیدرآباد
HYDERABAD

صفیہ ابھی سینٹر آ کر بیٹھی ہی تھی کہ مریَم آ گئی۔ بُجھی بُجھی، خاموش، اُداس۔ صفیہ ایک دم چونکی،

"کیا ہُوا مریَم؟"

CHECKED-2006

"کُچھ نہیں باجی، بس ایسے ہی دِل اُداس ہے۔"

"آخِر کوئی وجہ تو ہو گی۔ ارے ہاں آج تو تُمھارے مُقدمے کی تارِیخ تھی۔ گئی تِھیں؟"

"جی باجی! گئی تھی لیکن سارا کُچھ خِلاف ہی جا رہا ہے۔ عدالت کے بِیچ کھڑا اسلم مُجھے کہہ رہا تھا تُجھے تو وہاں ماروں گا جہاں تُجھے پانی بھی نہ مِلے۔ تُو ساری عُمر اپنے بچّوں کی شکل کو ترسے۔ تُو کیا سمجھتی ہے تُو مُقدمہ جِیت سکتی ہے۔ یہ ہمیشہ کے لِیے بُھول جا۔"

"بڑا نیچ ہے یہ اسلم اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتا ہے۔ عورت کو کمزور سمجھتا ہے۔"

GIFTED BOOK

"نیچ نہ ہوتا باجی تو آج مُجھ پر یہ دِن ہوتے۔ یہ سب اُس کی کمینگی کا کیا

Maulana Azad National Urdu University Library
Accn. No. 10271
Date 26 JUL 2004

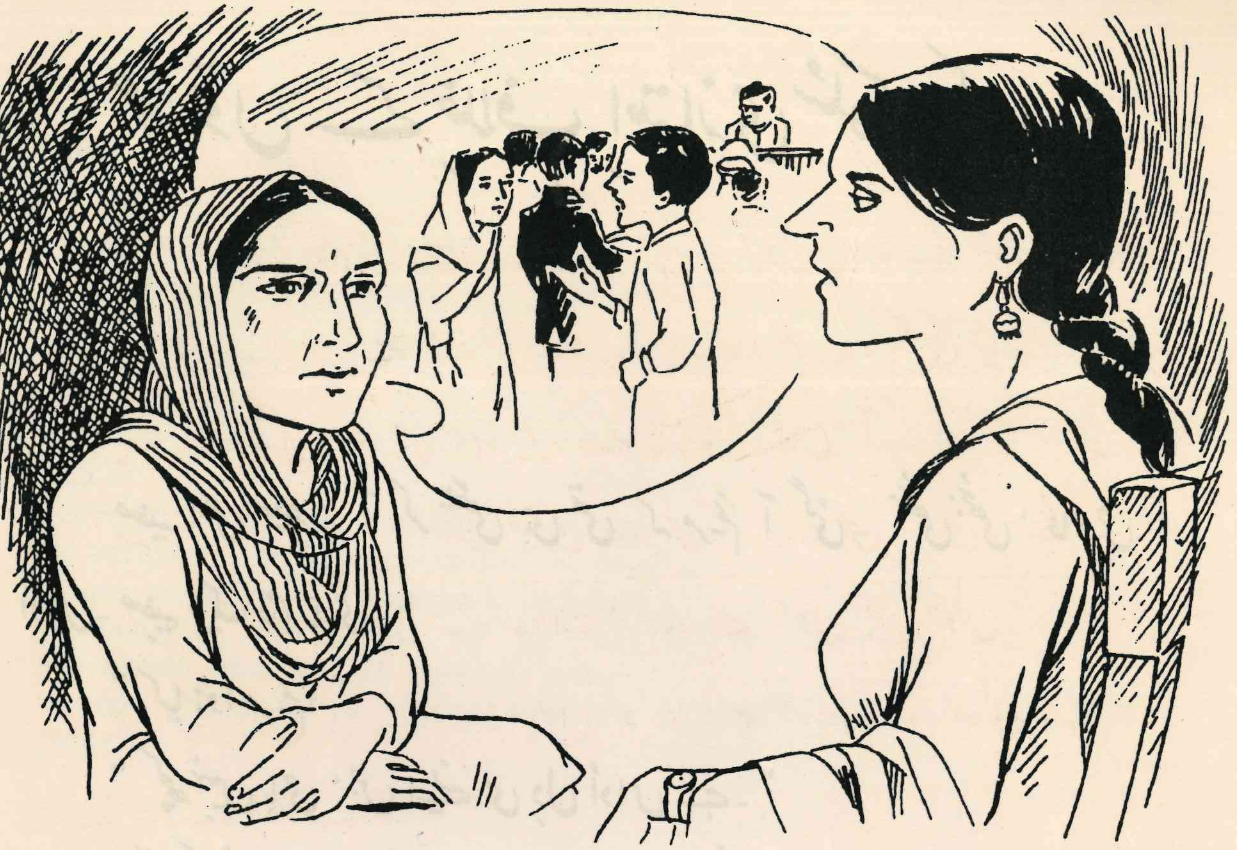

دھرا ہے۔ سالن میں ذرا سا نمک تیز ہونے پر جو شخص ڈنڈا اُٹھائے، ماں کی ہلکی سی سرگوشی پر گلا دبانے آ جائے وہ نِچ نہیں تو اَور کیا ہے۔ بس باجی مُقدر سے ہی ہار گئی۔ اماں کے پاس تھی تو سُلطان کا بچا کُھچا مِلتا تھا۔ خاوند کے گھر میں اُس کا بچا کھاتی رہی۔"

"ہمارے مُعاشرے میں زیادہ تر عورتوں کے ساتھ یہی سُلُوک ہوتا ہے۔"

"مُجھے تو لگتا ہے باجی، کھانے میں میرا حِصّہ کبھی تھا ہی نہیں۔ پہلے سُلطان کا کھانا پیالی میں نِکلتا، پھر ہمیں مِلتا۔۔۔ مُجھے اَور نسیم کو۔ جِس دِن اماں گوشت پکاتی اُس دن تو سُلطان کے مزے ہو جاتے۔ ہم دونوں بہنوں کو ایک ایک پتلی بوٹی ملتی۔ باقی بوٹیاں ابا اَور سُلطان کے حِصّے میں آتیں۔ کبھی کبھی میرا دِل چاہتا

سُلطان کے پیالے سے چُوری کرُوں، لیکِن پھر اماں کی غُصّے سے بھری آنکھیں میرے سامنے آ جاتیں اَور میرے ہاتھ رُک جاتے۔ نسیم تو کبھی کبھار اماں سے لڑ بھی پڑتی بلکہ ایک دِن مجُھ سے کہنے لگی، باجی میرا دِل چاہتا ہَے سُلطان کو قتل کر دُوں۔ اُس نے ہمارے حِصّے کا سارا پیار اَور کھانا ہم سے چِھین لیا ہَے۔ ایک دفعہ اماں بڑے مہربان موڈ میں تھی۔ مَیں نے پُوچھا "اماں، آپ اَور ابا سُلطان کو زیادہ اچھا کیوں سمجھتے ہیَں۔" اماں میری بات سُن کر غُصّے میں آ گئی۔ مُجھے دھکیلتے ہُوئے بولی، "بکواس کرتی ہَے بدذات، تُمہارے جہنموں میں ٹھونس کر تو تُمہیں اگلے گھر بھیج دُوں گی۔ اُسے نہ پالُوں جو ہمارے بڑھاپے کی لاٹھی بنے گا۔ ہمارے جنازے ڈھوئے گا۔"

"توبہ توبہ کیسی خود غرض ہو جاتی ہے ماں باپ کی مُحبت بھی۔"

"لو جی اپنی بیٹی تک ہی اُن کی نا اِنصافی نہیں رکی۔ میرے دونوں بچّوں میں وہ اویس کے لاڈ برداشت کرتی ہیں۔ ثمینہ کی پرواہ بھی نہیں کرتیں حالانکہ اپنے بیٹے سے اُنہیں اپنی مُحبت کا ایسا بُرا نتیجہ مِلا کہ توبہ توبہ۔ میں ساتویں میں تھی اَور نسیم چھٹی جماعت میں جب ابا اماں نے کہہ دِیا کہ اب تُمھاری پڑھائی ختم۔ اِس لیے کہ سُلطان کی پڑھائی کے لیے پیسہ کم ہو جائے گا۔ سُلطان کو تو سکول کی پڑھائی کے علاوہ بھی ماسٹر صاحب پڑھانے آتے تھے اسکُول جانے کے لیے اُسے اچھے کپڑے بھی مِلتے۔ ہمارے کپڑے تو بس عید کے عِید بنتے۔"

"بس یہیں سے ساری خرابی کی بُنیاد پڑتی ہے۔ دونوں طرف ہی خانہ خراب ہوتا ہے۔ لڑکی بے چاری پیچھے رہ رہ کر عُمر بھر کے لیے پیچھے رہ جاتی ہے جبکہ لڑکے کو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ وہ ایک بہت اعلیٰ مخلوق ہے۔ یہی خیال

ے کر وہ عُمر بھر عورت ذات کے لیے مسئلہ بنا رہتا ہے۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے"، مریَم بہت اُداس ہو گئی۔ "جب اسلم کسی چھوٹی سی بات پر مُجھے مارتا اور گالیاں دیتا تھا تو گھر میں کوئی اُسے منع نہیں کرتا تھا۔ میری ساس تو یہ کہتی تھی کہ گالیاں تو مرد کا زیور ہیں۔ مرد کی مردانگی سمجتی ہی عورت کو دو چار لگانے سے ہے۔ اسلم کے آگے کبھی میں بول پڑتی تو میری ساس اُلٹا مجھے ہی آ کر مارتی۔ اُدھر اماں بھی یہی کرتی تھی۔ آپ تو اب آئی ہیں ہمارے پڑوس میں۔ آپ کو تو سُلطان کی حرکتیں پتہ نہیں۔ سارا دِن آوارہ لڑکوں کے ساتھ پھِرتا ہے۔ آنے جانے والی لڑکیوں کو چھیڑتا ہے۔ اور تو اور ایک دن میری سہیلی کو گندے آوازے کسے۔ وہ روتی روتی میرے پاس آئی۔ میں نے اماں کو بتایا تو اماں نے اُلٹا مجھے مارا، گالیاں دِیں۔ مارتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ "آوارہ تو تُو ہے اور تیری سہیلی نسرین جو میرے بیٹے پر اِلزام لگاتی ہے۔ اُس نے مُنہ نہیں لگایا تو بکواس کرنے لگی ہے۔"

"اِتنی نااِنصافی اور ظُلم سہہ سہہ کر تو عورت کا ذہن بھی بدل جاتا ہے۔ بچپن سے یہ سب دیکھتے اور برداشت کرتے ہُوئے وہ خود ایک قابلِ عِزت اِنسان کے طور پر اپنے مقام کو بُھول جاتی ہے۔ بس چکّی میں پستی رہتی ہے۔"

"ہم تو دِن رات یہ سب سہتے ہیں۔ میری اور میری سہیلیوں میں سے اکثر کی مائیں ایسی ہی ہیں۔ بس اپنے بیٹوں کی مائیں ہیں۔ بے چاری بیٹیوں کی تو وہ تھانیدار ہیں۔ اب دیکھیں نا۔ مُجھے پڑھنے کا کِتنا شوق تھا۔ جِس دِن اماں نے مجھے

زبردستی اسکول جانے سے روکا، میں سارا دِن روتی رہی اور جس کی خاطر روکا تھا، اُس کی گالیاں سُنتی رہی۔ فائدہ کیا ہُوا، نہ اُس نے تعلیم حاصل کی نہ میں پڑھ سکی۔ آج پڑھی لکھی ہوتی تو اپنے قدموں پر کھڑی ہوتی۔ اسلم کی جھڑکیاں سُن کر بھی یہ نہ سوچتی کہ ساری دُنیا کے جُوتے کھانے سے بہتر ہے ایک اُسی کے جُوتے کھا لُوں۔"

"لیکن مریم، تُم تو کہیں کام بھی کر رہی تھیں۔ اُس کا کیا ہُوا؟"

"کام تو میں نے اُس وقت ہی شروع کر دِیا تھا جب اسلم مجھے پیسے پیسے

کے لیے ترسانے لگا تھا۔ صُبح سویرے اُٹھ کر پہلے سب کا ناشتہ بناتی، پھر دوپہر کا کھانا پکا کر بھاگی بھاگی فیکٹری جاتی۔ آپ ذرا میرے سُسر کا حال سُنیں۔ ویسے

تو ہمسایوں کے گھر جانے پر بھی وہ مجھے ڈانٹتے تھے، لیکن نوکری کے لیے فیکٹری جانے پر ایک لفظ نہیں بولے۔ فیکٹری میں اچھا کام چل رہا تھا مگر ایک روز اویس کو جو بخار چڑھا ہے تو بس اُترا ہی نہیں۔ میں فیکٹری کیسے جاتی۔ دو دِن کی چھٹی کے بعد جب میں فیکٹری گئی تو مجھے پتہ چلا کہ اِنچارج نے میری جگہ کِسی اَور کو رکھ لیا ہے۔ میں نے بڑی مِنّت کی، واسطے دئیے مگر وہ اپنی بات سے ٹلا نہیں۔ کہنے لگا، تیرے بیٹے کو بخار تھا بی بی تو یہ تیرا مسئلہ ہے۔ ہم کیا کریں ہمیں تو کام چاہئے۔ کئی دِن فارِغ رہ کر میں نے ایک ڈاکٹر صاحِب کے چھوٹے سے ہسپتال میں چائے بنانے کی نوکری کر لی۔ لیکن اِس نوکری پر اسلم کو بہت غصّہ آیا۔ کبھی کہتا ڈاکٹر آوارہ ہے، کبھی کہتا تُو آوارہ ہے۔ مگر میں چُپ چاپ کام پر جاتی رہی۔ ایک دِن میں کام پر جانے والی تھی کہ اُس نے کمرہ باہر سے بند کر دِیا اَور باہر کھڑا ہو کر گالیاں بکتا رہا۔ میں اُس کے بعد ڈاکٹر صاحِب کے ہاں کام پر نہیں گئی۔ کافی مہینے پھر تنگی کڑکی میں گزر گئے۔ اُس کے بعد ہمارے گھر سے تھوڑی دُور کوٹھی میں ایک بُوڑھی عورت آ کر رہنے لگی۔ مجھے ہمسائی نے بتایا کہ اُسے گھر کے کام کے لِیے کسی کی ضرُورت ہے۔ میں وہاں کام کرنے لگی۔ امّاں جی اللہ جنّت نصیب کرے، فرِشتہ تھیں۔ میرے دکھ سکھ کی ساتھی۔ مجھے تو لگنے لگا وہی میری سگی ماں ہے۔ میرے دکھ سکھ میں کام آتی، ہر طرح میرا خیال رکھتی۔ ایک روز میں کام پر گئی تو میرے ناک پر مکے کا نِشان تھا۔ ماں جی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ گھر آ کر اسلم پہ ناراض ہُوئیں۔

اُسے سمجھایا کہ اِس میں اللہ رسُول کی بھی ناراضگی ہے اَور ویسے بھی یہ بہت گھٹیا بات ہے۔"

"چلو کوئی تو ہُوا اسلم کو بھی سنبھالنے والا۔ پھر کُچھ اثر ہُوا؟"

"خاک اثر ہونا تھا۔ اماں جی کے نِکلتے ہی کہنے لگا، "بڑھیا کو چُپ کرا لو۔ نہیں تو تیرا اُس کے گھر جانا بند کر دُوں گا۔" پر اِس کی ضرُورت ہی پیش نہیں آئی۔ اِس بات کے دس دن بعد ماں جی دِل کا دورہ پڑنے سے گزر گئیں اَور مَیں لاوارِث ہو گئی۔ ایک دِن میری ساس نے میری کوئی شِکایت لگائی۔ اسلم پر بُھوت سوار ہو گیا۔ مار مار کر ادھ مُوا کر دِیا۔ مَیں نے تنگ آ کر سوچا کہ تھانے جا کر اُس کی مرمّت کراتی ہُوں۔ تھانے گئی۔ وہاں دو سپاہی بیٹھے تھے۔ میری بات سُن کر کہنے لگے، تُو نے بھی تو کُچھ کِیا ہو گا جو خصم ناراض ہو گیا۔ جا یہ تیرے

گھر کا معاملہ ہے ، ہم کیا کریں۔ میں نے اُنھیں اپنے چہرے پر پڑے نیل دکھائے لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہُوا۔

"مرد تھے نا ، مرد کے خلاف مقدمہ کیسے لیتے" ، صفیہ بولی۔

بات شُروع ہو ہی گئی ہے تو آج میں اپنے دِل کا غُبار نِکال کے ہی دم لُوں گی۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی۔ وہاں سے میں اماں کے پاس آ گئی اور سات مہینے سے اپنے زیور ریچ کے مقدمہ لڑ رہی ہوں۔ نوکری بھی کوئی نہیں۔ کوئی بھی نوکری کر لُوں ، مقدمے کی پیشیاں بھگتانے کے لِیے اِتنی چُھٹیاں کون دے گا۔ ویسے بھی باجی اب میں تھک گئی ہُوں۔ آپ مُجھے مشورہ دیں میں کیا کرُوں۔ اِدھر بھابھی کا مُنہ بنا رہتا ہے کبھی سِیدھے مُنہ بولتی نہیں۔ اپنے بچّوں

کو میرے بچوں سے کھیلنے نہیں دیتی۔ سُلطان آتے جاتے منحوس کہتا ہے۔ اُدھر جاؤں تو خاوند کے مکّے ہیں۔ مجھے مشورہ دیں میں کیا کروں؟"

"مریَم، میری اپنی زِندگی کی کہانی تُمھاری کہانی سے بہت مُختلِف نہیں ہے۔ مَیں تو کُچھ پڑھی لِکھی بھی تھی لیکن زِندگی کی مُشکِلیں کُچھ کم نہ تِھیں۔ لیکن خُوش قِسمتی سے میری مُلاقات ایک عورت سے ہوگئی جِس نے کُچھ اَور عورتوں کے ساتھ مِل کر ایک تنظِیم بنائی ہوئی تھی۔ اِس تنظِیم کے ذرِیعے وہ عورتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کے خِلاف آواز اُٹھاتیں۔ یہ اُونچے طبقے کی عورتوں کی تنظِیم نہیں تھی بلکہ ہمارے جیسی عورتوں کی بیٹھک تھی۔ میرا بھی اُن کے ہاں آنا جانا شُروع ہوگیا۔ مَیں تو اُن کے کام سے اِتنی مُتاثِر ہُوئی کہ اُس تنظِیم کی رُکن بن گئی۔ کُچھ عرصے کے بعد ہم نے عورتوں کے لِیے ایک سینٹر کھولنے کا فیصلہ کِیا تاکہ وہاں عورتوں کو اُن کے مسائل کے حوالے سے جمع کِیا جائے،

پڑھنے لِکھنے اَور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے میں اُن کی مدد کی جائے۔ میری زِندگی کو بہتر بنانے اَور سُسرال میں باعزّت مقام دِلانے میں میری تنظیم کا بڑا ہاتھ ہے۔ دُوسری عورتوں نے میرا ساتھ دیا اَور اب مَیں یہ سمجھتی ہُوں کہ مُجھ پر اُن سب عورتوں کا قرض ہے جِن کے خِلاف اِمتیازی سُلوک ہوتا ہے اَور جو

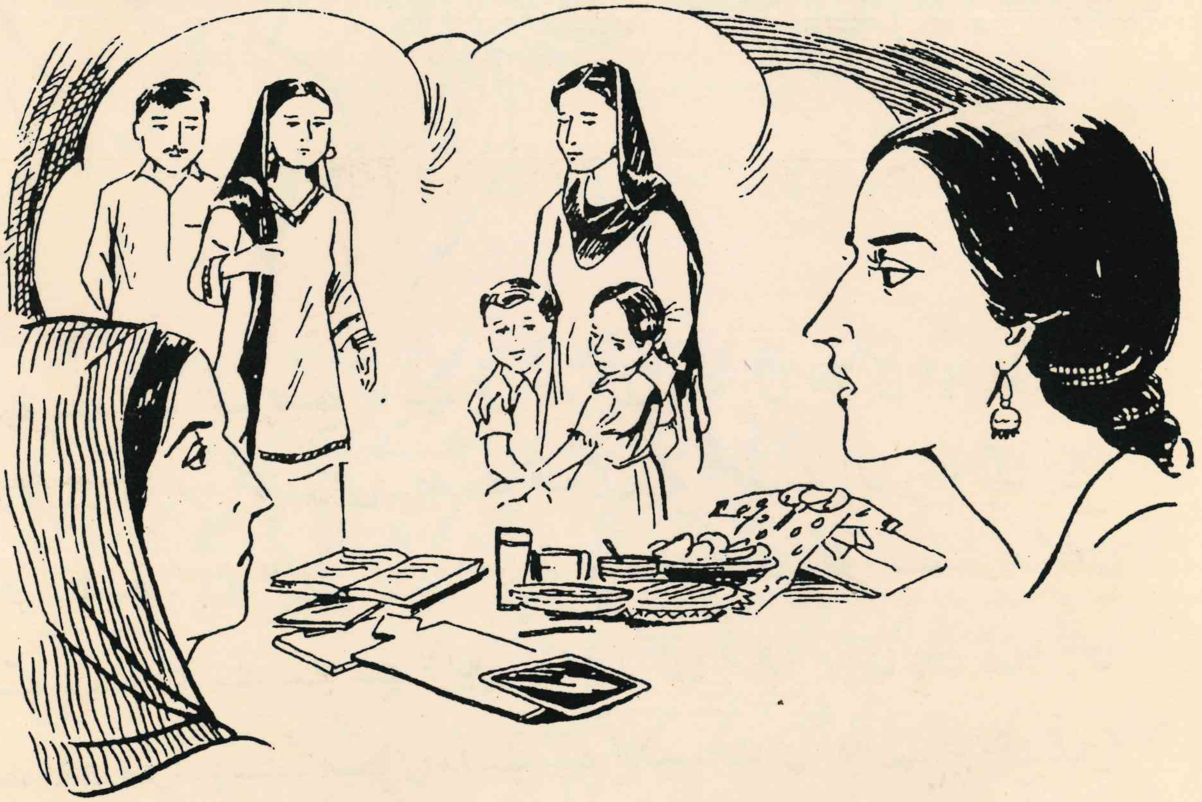

ناانصافی کے شِکنجے میں جکڑی ہُوئی ہیں۔ اپنی بہنوں کے کام آنے کا مِشن لے کر ہم نے یہ سینٹر کھولا ہے۔

تُم سچ کہتی ہو تُمہارے ساتھ ہونے والی زِیادتیوں کی بُنیاد وہی ہے — لڑکی اَور لڑکے میں فرق کرنا۔ یہ فرق لِباس ، خوراک اَور بات چیت کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے شُروع ہوتا ہے مگر پِھر بہت بڑا بن جاتا ہے۔ مرد اَور عورت

اپنے لیے الگ الگ خاکے بنا لیتے ہیں اور یہیں سے اِس سوچ کی بنیاد پڑتی ہے کہ عورت اور مرد مختلف ہیں۔ ہمارے ملک میں کچھ جگہوں پر اِس سے بھی زیادہ ظلم ہوتا ہے۔ کچھ لڑکیوں کی پیدا ہوتے ہی شادی کر دی جاتی ہے۔ کچھ قبیلوں کے بدلے اُتارنے کے لیے لڑکیاں بازاروں میں قربان کر دی جاتی ہیں۔ لیکن اب وقت بدل رہا ہے۔ اب اِس رویّے کے خلاف بہت سی آوازیں اُٹھ رہی ہیں جو بتاتی ہیں کہ عورت اور مرد برابر ہیں۔ دراصل سب سے زیادہ ضرورت اِس چیز کی ہے کہ لڑکیاں خود مضبوط ہوں۔ اِسی صورت میں وہ اپنی عزت کروا سکتی ہیں۔ اپنا مقام منوا سکتی ہیں۔ تمھیں مشکلات نے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ تم مارنے پیٹنے والے شوہر کے پاس واپس چلی جاؤ، کیا یہ مسئلے کا حل ہے؟

"تو آپ ہی مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں۔ مجھے تو کوئی راستہ سجھائی نہیں

دیتا۔ آگے خندق ہی تو پیچھے کھائی۔"

"تُم ایسا کرو کہ پہلے تو باقاعدگی سے اِس سینٹر میں آنا شُروع کرو۔ یہ کِسی اَور کا نہیں ہم سب کا سینٹر ہے۔ ہم مِل بیٹھ کے سوچیں گے کہ تُمھارے مسائل کا بہترین اَور باعِزت حل کیا ہے۔ یہاں آنے سے آہستہ آہستہ تُمھیں یہ بھی پتہ چلے گا کہ ہمارے ملک کے قانُون نے عورَتوں کو کیا کیا حقُوق دیئے ہیں۔ اُس کے بعد ہی تو ہماری جدوجہد زِیادہ بامعنی ہوسکتی ہے۔"

"میرے بچے تو میرے پاس رہیں گے؟" مریَم نے بے قراری سے پُوچھا۔

"مِل بیٹھ کے کوئی اچھا ہی حل نکلے گا۔ یہ تو تُم نے سُنا ہی ہے کہ اِتفاق اَور اِتحاد میں برکت ہے۔ عورَتوں کے ایسے ہی اِتحاد کے نتیجے میں ایک عِلاقے میں شوہروں کی سے مار پیٹ بالکُل ختم ہوگئی۔ ایک کو مار پڑتی تو محلے کی ساری عورَتیں خاوند سے جواب طلبی کے لیے پہنچ جاتیں۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے مریَم، کہ جِن حالات کا شِکار تُم خُود ہو، بچّوں کو اُن سے بچاؤ۔ اپنی بیٹی اَور بیٹے کی ایک جیسی پرورِش کرو۔ اُنھیں ایک آنکھ سے دیکھو۔ اِس طرح مُستقبِل کو ایک اَور اسلم اَور ایک اَور مریَم نہیں مِلے گی۔"